جماعت کے ہر فرد کو یہ عہد کر لینا چاہیئے کہ وہ محنت سے کام کرے گا۔ عقل سے محنت کرے گا اور اپنے آپ کو ہر کام کے نتیجہ کا ذمہ وار قرار دے گا۔

(فرمودہ 21 جنوری 1955ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

"گزشتہ سے پیوستہ جمعہ میں نے نزلہ کے حملہ کے بعد پڑھایا تھا۔ لیکن شاید اس وجہ سے کہ ابھی مجھے جمعہ نہیں پڑھانا چاہیے تھا یا خطبہ لمبا ہو گیا۔ اس کے بعد مجھ پر نزلہ کا شدید حملہ ہوا۔ اس حملہ کی وجہ سے میں گزشتہ جمعہ نہیں پڑھا سکا تھا۔ اور اب بھی جیسا کہ میری آواز سے ظاہر ہے گلا پوری طرح صاف نہیں ہوا اور میں زیادہ بولنے کے قابل نہیں ہوں۔ زکام ملک میں وبا کے طور پر پھیلا ہوا ہے۔ مجھے ان ایام میں متعدد خطوط ایسے آئے ہیں جن میں زکام اور نزلہ کی شکایت کا ذکر تھا اور قریباً اِسی کیفیت کا زکام اور نزلہ تھا جیسے مجھے ہوا۔ یعنی ایک کے بعد دوسرا حملہ ہوا اور پندرہ بیس دن تک برابر یہ عارضہ لاحق رہا۔ میرے جیسے کمزور انسان کو عام طور پر ہفتہ ہفتہ دو دو ہفتہ نزلہ اور زکام رہتا ہے۔ لیکن ایک اچھی صحت والے انسان کے متعلق طب والے لکھتے ہیں کہ اس کی میعاد تین دن ہوتی ہے۔

جیسا کہ میں نے بتایا ہے میری طرح کے زکام اور نزلہ کی خبریں ان دنوں متعدد جگہوں سے موصول ہوئی ہیں۔ خصوصاً ربوہ کے تو درجنوں آدمیوں کی طرف سے اس قسم کی خبر ملی ہے کہ وہ نزلہ اور زکام میں مبتلا ہیں۔ شاید ہمارے علاقہ میں تو اِس کی یہ وجہ ہے کہ کافی عرصہ سے یہاں بارش نہیں ہوئی گرد اُڑتی ہے۔ یہ گرد سانس کے ذریعہ ناک کے اندر چلی جاتی ہے۔ اس سے خراش پیدا ہوتی ہے اور اس خراش سے نزلہ اور زکام ہو جاتا ہے۔ بہرحال میں آ گیا ہوں اور اس غرض سے آیا ہوں کہ مختصر سا خطبہ پڑھ کے میں بھی جمعہ میں شمولیت حاصل کرلوں اور اپنا فرض بھی ادا کر دوں۔

مَیں نے اس سے پہلے خطبہ میں یہ بتایا تھا کہ ہماری ساری جماعت کو یہ عہد کر لینا چاہیے کہ وہ محنت سے کام کرے گی اور عقل سے محنت کرے گی اور پھر اپنے آپ کو ہر کام کے نتیجہ کی ذمہ دار قرار دے گی۔ یہ ہیں تو ایک ہی چیز کے تین حصے۔ لیکن یہ تین درجے ہیں اوّل یہ کہ محنت سے کام کیا جائے۔ لیکن صرف محنت کیساتھ کوئی کام مکمل نہیں ہوسکتا جب تک محنت عقل سے نہ کی جائے۔ اور عقل سے محنت کبھی نہیں کی جا سکتی جب تک کہ انسان اپنے آپ کو نتائج کا ذمہ دار قرار نہ دے۔ اگر کسی کا دل یہ محسوس کرتا ہے کہ ناکامی کی صورت میں وہ قوم کے سامنے ہزار بہانے بنا سکتا ہے۔ اگر کسی شخص کو یہ یقین ہے کہ ناکامی کی صورت میں وہ اپنی عزت بچا سکتا ہے۔ اور اپنی شہرت اور مقام کو محفوظ کرسکتا ہے تو وہ یقیناً پوری محنت نہیں کرے گا۔ کیونکہ کسی کام کو محنت سے کرنے کے بڑے بڑے Incentive یعنی محرک اور سبب دنیا میں یہی ہوتے ہیں کہ انسان چاہتا ہے کہ اس کام کے نتیجہ میں وہ سرخروئی حاصل کرے وہ اپنی قوم اور اپنے ملک کے سامنے سرخروئی حاصل کرے اور ارد گرد کے لوگوں میں عزت حاصل کرے۔ اگر یہ محرک نکال دو یا باوجود ناکامی کے اس چیز کا کوئی اَور سبب قرار دے دو تو انسان محنت نہیں کرے گا۔ وہ لوگ جنہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک آگ دی گئی ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ انبیاء اور مصلح اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے ہادی اور راہ نما خدا تعالیٰ کی طرف سے پیدائشی طور پر ایک آگ لے کر آتے ہیں۔ انہیں کسی کے سکھانے اور تربیت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ان کے اندر ایک آگ ہوتی ہے جس کے ذریعہ وہ دنیا کے اندر ایک تغیر پیدا کر دیتے ہیں۔ وہ انقلابی وجود ہوتے ہیں۔ اور جنہیں خدتعالیٰ نے انقلابی وجود بنا دیا سو بنا دیا یا جنہیں خدا تعالیٰ نے آگ دے دی سو دے دی۔ لیکن اگر کسی کو دنیا میں

تربیت سے انقلابی وجود بنانا ہو تو وہ بغیر کسی ذریعہ کے نہیں بنے گا۔ اور وہ ذریعہ انسانی کاموں میں یہ ہے کہ انسان کے اندر یہ احساس ہو کہ اگر اس کی محنت بار آور ہوئی تو وہ عزت پا جائے گا، وہ سرخروئی حاصل کرلے گا، وہ قوم میں وقار حاصل کرلے گا، اور اگر ناکام رہا تو قوم اُس کی زبان کے سارے بہانے رد کر دے گی اور کہے گی یہ شخص کذاب ہے اس نے ہماری قوم کا بیڑا غرق کیا ہے۔ جس شخص کے اندر یہ احساس موجود ہے کہ وہ کامیاب ہو جائے گا اور جس شخص کے اندر یہ احساس نہیں وہ جانتا ہے کہ اس کی قوم بے وقوف ہے اور اپنی ناکامی کی صورت میں وہ اسے دھوکا دے سکتا ہے۔ یا اس کی قوم میں بعض ایسے لوگ موجود ہیں جو سستی تعریف حاصل کرنے کے عادی ہیں۔ اگر ناکامی کی صورت میں قوم نے اسے سزا دی تو اِس قسم کے لوگ اس کی سفارش لے کر افسرانِ بالا کے پاس چلے جائیں گے۔ اب اگر وہ لوگ دیانتدار ہیں اور سفارش کرنے والے بھی سمجھتے ہیں کہ وہ اس قسم کی سفارشات کو رد کر دیں گے اور قومی مفاد کو انفرادی مفاد پر ترجیح دیں گے تو پھر بھی سفارش کرنے والے سمجھتے ہیں کہ یہ بات افسر نے تو ماننی ہی نہیں۔ ہاں اگر ہم سفارش لے کر اس کے پاس چلے جائیں گے تو ہم لوگوں میں مقبول ہو جائیں گے۔ لیکن اگر وہ بددیانت ہیں تو یقیناً اس قسم کے طرزِ عمل سے قوم کا بیڑا غرق ہوگا۔ کیونکہ جب بھی کسی قوم کے افراد کے اندر یہ احساس پیدا ہو جائے کہ کام کا نتیجہ ان کی طرف منسوب نہیں ہوگا بلکہ وہ ناکامی کی صورت میں نتیجہ کو خدا تعالیٰ یا پھر قسمت کی طرف منسوب کریں گے یا کسی نامعلوم عنصر کی طرف منسوب کر دیں گے اور اس طرح ان کی پردہ پوشی ہو جائے گی تو پوری جدوجہد کا احساس کبھی بھی ان میں پیدا نہیں ہوگا۔

پس جماعت یہ فیصلہ کرے کہ اس نے محنت کرنی ہے۔ اور پھر محنت صحیح کرنی ہے۔ اور پھر وہ یہ فیصلہ بھی کرلے کہ اگر اس کے کسی کام کا نتیجہ خراب نکلا تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جدوجہد صحیح طور پر نہیں ہوئی۔ یہ کہہ دینا کہ ایسا خدا تعالیٰ نے کیا ہے اول درجہ کا جھوٹ ہے۔ خدا تعالیٰ کسی کام کا خراب نتیجہ نہیں نکالتا۔ اگر اس کے کسی کام کا خراب نتیجہ نکلا ہے تو یہ اُس کا اپنا قصور ہے۔ اگر تم ایسا کرلو تو تمہارے اندر ایک اُمنگ اور ولولہ پیدا ہو جائے گا۔ تمہاری جدوجہد بہت زیادہ تیز ہو جائے گی۔

یورپ اور امریکہ کیوں ترقی کر رہے ہیں حالانکہ وہ خدا تعالیٰ کے عملاً یا کچھ قولاً بھی منکر ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ اول تو محنت سے کام کرتے ہیں اور پھر ناکامی کی صورت میں نتیجہ کی ذمہ داری کسی اَور پر نہیں ڈالتے۔ اگر خدا تعالیٰ انسان کے دخل کے بغیر کام کر دیا کرتا۔ تو امریکہ اور یورپ والے کیوں کامیاب ہوتے۔ خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرتا اُن کی مدد نہ کرتا۔ حال ہی میں انگلستان کے ریڈیو پر ایک عورت نے لیکچر دیا ہے اور وہ اخبارات میں چھپا ہے کہ اگر تم نے ترقی کرنی ہے تو خدا کو بالکل بُھول جاؤ۔ اور اگر خدا بنانا ضروری ہے تو اپنے اچھے کاموں کو خدا اور بُرے کاموں کو شیطان سمجھ لو۔ لیکن خدا تعالیٰ کے وجود سے انکار کے باوجود وہ برابر ترقی کر رہے ہیں۔ اِس کی وجہ یہی ہے کہ ان کے مرد اور عورت دیووں کی طرح کام کر رہے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ ہی سب کام کر رہا ہوتا تو وہ روس، امریکہ اور یورپ والوں کو سُست بنا دیتا اور تمہیں چُست بنا دیتا۔ لیکن حالت یہ ہے کہ تمہارے حالات خراب ہیں اور انہوں نے خوب ترقی کر لی ہے۔ اب یا تو یہ کہو کہ خدا تعالیٰ ماہر نہیں اور شیطان ماہر ہے چونکہ ان کے ساتھ شیطان ہے اس لئے وہ جیت جاتے ہیں اور تمہارے ساتھ چونکہ غریب خدا ہے، اسے کچھ آتا نہیں اس لئے تم ہر میدان میں ہار جاتے ہو۔ اور یا یہ کہو کہ خدا تعالیٰ تم سے بھی کچھ کام کروانا چاہتا ہے۔ اگر تم محنت کرتے ہو تو وہ تمہاری مدد کرتا ہے۔ اور اگر تم محنت نہیں کرتے تو وہ تمہاری مدد نہیں کرتا اور تم ناکام رہتے ہو۔

اور یہی حقیقت ہے کہ جب تک تمہارے اندر حضرت ابراہیمؑ والا ایمان پیدا نہیں ہوتا اور جب تک تمہارے اندر وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ [1] والا احساس پیدا نہیں ہوتا، جب تک تم یہ نہیں سمجھتے کہ بیمار ہم ہوں گے شفاء خدا تعالیٰ دے گا، جب تک تم یہ نہیں سمجھتے کہ جب بھی کوئی کمزوری آئے گی وہ ہماری طرف سے ہوگی اور جب ہم میں قوت اور طاقت پیدا ہوگی تو وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوگی اُس وقت تک تم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ لیکن جب تم یہ احساس پیدا کر لو گے تو تمہارے اندر ایک زبردست محرک پیدا ہو جائے گا۔

وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ میں ایک نکتہ بیان ہوا ہے۔ حضرت ابرہیم علیہ السلام نے اس میں دو باتیں مدنظر رکھی ہیں۔ اگر آپؑ صرف اِذَا مَرِضْتُ کہہ دیتے تو پھر مایوسی ہی مایوسی ہوتی۔ اور اگر فَهُوَ يَشْفِيْنِ کہہ دیتے تو امید ہی امید ہوتی۔ اور یہ دونوں باتیں درست نہیں ہیں۔

جب تک کسی کا ایمان خوف اور رجاء کے درمیان نہ ہو اس کے کسی کام کا صحیح نتیجہ نہیں نکلتا۔ اس لئے آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے مجھے اٹھنے کا موقع بھی دیا ہے اور گرنے کا موقع بھی دیا ہے۔ اگر میں پوری محنت نہیں کروں گا تو میں گِروں گا۔ اور اگر میں پوری محنت کروں گا اور اس کے بعد خدا تعالیٰ پر توکل رکھوں گا تو میں جیتوں گا۔ آپؑ نے یہ دونوں باتیں بیان کر کے واضح کر دیا ہے کہ انسان کے لئے محنت اور توکل کرنا ضروری ہے۔ اگر ہم محنت نہیں کریں گے تو ہمارے کام خراب ہوں گے۔ اور اگر ہم توکل نہیں کریں گے تو کامیاب نہیں ہوں گے۔ گویا خدا تعالیٰ انسان کی محنت کی تکمیل کرتا ہے اس کا قائمقام نہیں ہوتا۔ اگر وہ انسان کی محنت کا قائمقام ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ بات وَ اِذَا مَرِضۡتُ فَھُوَ یَشۡفِیۡنِ جھوٹی ہوتی۔ آپ نے اِذَا مَرِضۡتُ کہہ کر بتایا ہے کہ اگر میں بیمار ہونا چاہوں تو خدا تعالیٰ مجھے بیمار ہونے سے نہیں روکتا۔ اور فَھُوَ یَشۡفِیۡنِ کہہ کے بتایا کہ میں کامل شفا حاصل نہیں کر سکتا۔ کامل شفا دینے والی خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے اور یہی ترقی اور کامیابی کی کلید ہے۔ جب تک کوئی قوم اس گُر کو نہیں سمجھتی وہ کامیابی حاصل نہیں کر سکتی۔ یورپ اور امریکہ کیوں ترقی کر رہے ہیں؟ وہ اس لئے ترقی کر رہے ہیں کہ انہوں نے اس اصول کا ایک حصہ پورا کر دیا ہے۔ اور ہم ناکام اسی لئے ہو رہے ہیں کہ ہم نے اس کے دونوں حصوں کو گرا دیا ہے۔ اگر کسی زمیندار کے پاس ایک بیل ہو تو وہ ہل چلا لیتا ہے۔ لیکن دونوں بیل ہی نہ ہوں تو وہ ہل نہیں چلا سکتا۔ دنیا میں سینکڑوں ہزاروں ایسے زمیندار پائے جاتے ہیں جو ایک بیل سے ہل چلا لیتے ہیں۔ اگر کسی کے پاس ایک ہی گھوڑا ہو تو فٹن[2] نہ سہی وہ اِکّا[3] چلا سکتا ہے۔ اسی طرح یورپ نے توکّل کرنا چھوڑ دیا ہے لیکن چونکہ اس نے محنت والا حصہ پورا کر دیا ہے اس لیے وہ ترقی کر رہا ہے۔ ہم نے دونوں حصوں کو ترک کر دیا ہے اس لئے ہم ناکام رہتے ہیں۔ پھر جب ہم کوئی کام کرتے ہیں اور اس میں ناکام ہوتے ہیں تو اس ناکامی کو ہم اپنی طرف منسوب نہیں کرتے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ محنت تو کی تھی خدا تعالیٰ نے کامیاب نہیں کیا تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ اور اگر کچھ مل جاتا ہے تو ہم یہ تمام باتیں بُھول جاتے ہیں اور اپنی کامیابی کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ بعض بے وقوف انسان ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جب انہیں کوئی ترقی حاصل ہوتی ہے تو کہتے ہیں یہ ہمارے علم اور طاقت کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔

اگر ہم علم اور سمجھ والے نہ ہوتے تو یہ ترقی کس طرح حاصل ہوتی اور جب کوئی ناکامی ہوتی ہے تو اسے خدتعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں4۔ گویا وہ ہر عیب خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور ہر خوبی اپنی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اگر تم اپنا رویہ بدل لو تو دیکھو گے کہ تم میں چُستی پیدا ہو جائے گی۔ ہمارا ایک طالب علم فیل ہو جاتا ہے تو وہ کیا کرتا ہے؟ وہ جانتا ہے کہ اگر میں نے اپنی ناکامی کو اپنی سُستی کی طرف منسوب کیا تو ماں باپ ناراض ہو جائیں گے۔ اس لئے وہ کہتا ہے استاد کو مجھ سے ضد تھی۔ میں چونکہ گھر سے اس کے لئے شکر یا گُڑ نہیں لایا تھا اس لئے اُس نے مجھے فیل کر دیا۔ اور ماں باپ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ یہ کہہ رہا ہے ٹھیک ہے۔ یونیورسٹی کا امتحان ہو تو ہمارے ہاں عام محاورہ ہے کہ یہاں سارے کام سفارش سے چلتے ہیں۔ امتحانوں میں کامیابی یا ناکامی بھی سفارش یا عدمِ سفارش کی وجہ سے ہوتی ہے۔ حالانکہ اس میں 90 فی صدی جھوٹ ہوتا ہے۔ اگر کوئی لڑکا فیل ہو جاتا ہے تو وہ کہتا ہے ابّا تم کسی کے پاس سفارش لے کر نہیں گئے تھے اس لئے میں فیل ہو گیا ہوں۔ اگر تم کسی کے پاس سفارش لے کر چلے جاتے تو میں ضرور کامیاب ہو جاتا۔ اِس پر باپ سمجھ لیتا ہے کہ جو کچھ یہ کہہ رہا ہے درست ہے۔

ایک دفعہ ایک احمدی دوست کی طرف سے یہ شکایت آئی کہ میرا لڑکا بڑا لائق اور محنتی ہے، اسلام کے احکام کا پابند ہے۔ لیکن استاد نے ضد کی وجہ سے اسے عربی کے پرچہ میں فیل کر دیا ہے۔ وہ کسی اَور مضمون میں فیل ہو جاتا تو میں سمجھ لیتا کہ اس کا قصور ہے لیکن فیل بھی وہ عربی کے پرچہ میں کیا گیا ہے جس میں وہ خوب ہوشیار تھا۔ میں سکول کے عام معاملات میں تو دخل نہیں دیتا لیکن یہ معاملہ چونکہ کافی دلچسپ تھا اس لئے میں نے ہیڈ ماسٹر صاحب کو لکھا کہ فلاں لڑکے کے پرچے میرے پاس بھیج دو۔ انہوں نے پرچے بھجوا دیئے۔ میں نے دیکھا کہ استاد نے عربی کے پرچے میں اسے 5/100 نمبر دیئے ہیں۔ لیکن وہ اتنے نمبروں کا بھی حق نہیں رکھتا تھا۔ میں نے اس کے باپ کو لکھا کہ ہیڈ ماسٹر پر آپ بھی خفا ہیں اور میں بھی خفا ہوں۔ آپ تو اس لئے خفا ہیں کہ انہوں نے آپ کے بیٹے کو فیل کر دیا اور میں اس لئے خفا ہوں کہ انہوں نے 5/100 نمبر بھی کیوں دیئے۔ شاید استاد نے لڑکے سے رشوت لے لی تھی کہ اسے پانچ نمبر دے دیئے حالانکہ وہ جاہل مطلق ہے۔ وہ اتنے نمبروں کا بھی حق نہیں رکھتا تھا۔ کُجا یہ کہ وہ امتحان میں پاس کیا جاتا استاد نے اس سے

رعایت کی تھی۔ مثلاً اگر اس نے ضَرَبَ کی گردان پوچھی تھی تو اس نے ضَرَبَ ،ضُرِبَ ، ضِرْباً لکھ دیا۔ تو استاد نے یہ دیکھ کر کہ اس نے ضَرَبَ تو صحیح لکھ دیا ہے اسے نمبر دے دیئے۔ اب دیکھ لو اس کی وجہ یہی تھی کہ بیٹے نے اسے لکھ دیا تھا کہ استاد نے ضد کی وجہ سے مجھے فیل کر دیا ہے۔ یہ چیز قوم کی بربادی کی علامت ہوتی ہے۔

ایک دفعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ آپ ایک خط پڑھ رہے تھے اور چھ سات اَور آدمی بھی پاس بیٹھے تھے۔ آپ خط پڑھتے پڑھتے ہنس پڑے اور فرمایا میاں! ذرا یہ خط پڑھو اور خط میرے ہاتھ میں دے دیا۔ میں نے خط پڑھا تو دیکھا کہ وہ واقع میں ایک لطیفہ تھا۔ وہ خط ایک طالب علم کی نانی کی طرف سے لکھا ہوا تھا۔ لڑکا بورڈنگ میں رہتا تھا۔ اس نے خیال کیا کہ میرے والد قادیان سے محبت رکھتے ہیں اس لئے انہوں نے مجھے یہاں داخل کیا ہے۔ اگر میں نے اپنے باپ کو قادیان کے ماحول کے خلاف کوئی بات لکھی تو وہ یقین نہیں کریں گے۔ نانی کو مجھ سے زیادہ محبت ہے اسے میں لکھوں تو وہ میری بات مان لیں گی۔ چنانچہ اس نے اپنی نانی کو لکھا کہ مجھے یہاں ایک پنجرے میں بند کر دیا گیا ہے۔ اور جس طرح پنجرے میں بند کئے ہوئے جانور کو وہیں کھانا اور پانی مہیا کر دیا جاتا ہے اور اُسے پیشاب اور پاخانہ بھی پنجرے میں ہی کرنا پڑتا ہے اِسی طرح مجھے بھی پیشاب اور پاخانہ پنجرہ میں ہی کرنا پڑتا ہے۔ اور اسی میں مجھے کچھ کھانے پینے کو دے دیا جاتا ہے۔ اگر کچھ عرصہ تک میری یہی حالت رہی تو میں مرجاؤں گا۔ خدا کے لئے مجھے یہاں سے جلدی لے جاؤ۔ نانی کو چونکہ نواسے سے محبت تھی اس لئے اُس نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو لکھا کہ میرے نواسے کا خیال رکھا جائے اور اُسے قید سے جلد رہا کیا جائے۔ اتفاقاً وہ لڑکا بھی اُس وقت پاس ہی بیٹھا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرمانے لگے۔ میاں! یہ خط پڑھ لو اور اس لڑکے سے پوچھو کہ وہ پنجرہ کہاں ہے جس میں تم بند رہتے ہو۔ اس لڑکے نے کہا میں چونکہ اُداس ہو گیا تھا اور یہاں سے واپس جانا چاہتا تھا مجھے علم تھا کہ باپ میری بات نہیں مانے گا اس لئے میں نے چاہا کہ نانی کو ڈراؤں شاید کام بن جائے۔

پس تم اپنی اصلاح کرو۔ اور اپنا رویہ تبدیل کرو خصوصاً خدام الاحمدیہ سے میں کہتا ہوں کہ وہ خود بھی محنت کی عادت ڈالیں اور دوسروں کو بھی محنت کی عادت ڈلوائیں۔ پھر اساتذہ کا بھی

فرض ہے کہ وہ قوم کے بچوں میں محنت کی عادت پیدا کریں۔ یہاں یہ رسم ہے کہ ہر کارکن یہ سمجھتا ہے کہ فلاں کام فلاں شخص کر دے گا اور کوئی شخص کسی کام کی ذمہ داری اپنے اُوپر نہیں لیتا۔ اور جب پکڑا جاتا ہے تو ان میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ یہ میرا قصور ہے۔ میرا اپنا ایک عزیز ہے جو میرے کاموں پر مقرر ہے۔ اس سے جب بھی دریافت کرو وہ یہی کہتا ہے کہ میں نے تو کام کیا تھا لیکن خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسا ہو گیا ہے اس میں میرا کیا قصور ہے۔ گویا خدا تعالیٰ سب اچھے کام بُھول گیا ہے۔ اب اس کا صرف اتنا ہی کام رہ گیا ہے کہ وہ تمہارے کاموں کو خراب کرتا رہے۔ تم یہ گندگی اپنے ذہن سے نکالو۔ جب تم یہ گندگی اپنے ذہن سے نکال دو گے تو تمہارے اندر نئی زندگی، نئی روح اور بیداری پیدا ہو جائے گی۔ یورپ والوں کو دیکھ لو ان میں سے جب بھی کوئی پکڑا جاتا ہے تو وہ فوراً اپنے قصور کا اقرار کر لیتا ہے اور کہتا ہے میں سزا کا مستحق ہوں، مجھے بے شک سزا دی جائے۔ لیکن ہمارے ہاں اگر کوئی پکڑا جاتا ہے تو کہتا ہے میرا اس میں کوئی قصور نہیں۔ میں نے پُوری محنت کی تھی نتیجہ خدا تعالیٰ کے اختیار میں تھا۔ اور جب اُسے کوئی سزا دو گے تو فوراً دس آدمی آ جائیں گے اور کہیں گے اِس پر رحم کریں۔ خدا تعالیٰ نے عفو اور رحم کی تعلیم دی ہے۔ بیوی کے متعلق خدا تعالیٰ نے یہ ہدایت دی ہے کہ اسے طلاق دو تو احسان سے کام لو5۔ آپ بھی اس شخص پر احسان کریں۔ اور کوئی نہیں سمجھتا کہ اس قسم کی باتیں کرنے والے سے رحم کرنا عقل کی بات نہیں۔ رحم اور احسان کا سوال انفرادی معاملات میں ہوتا ہے قومی تنظیم میں نہیں ہوتا۔ اگر قومی تنظیم میں بھی رحم اور احسان کیا جائے تو قوم کا بیڑا غرق ہو جاتا ہے۔ یورپ میں تم اس قسم کا کوئی واقعہ نہیں دیکھو گے کہ کوئی شخص قومی جُرم کرے اور پھر اس پر رحم کیا گیا ہو۔ ایک نہیں میں نے بیسیوں تاریخی اور ایڈمنسٹریٹو کتابیں پڑھی ہیں ان میں بیسیوں ایسی مثالیں پڑھی ہیں کہ ایک شخص جو اس حیثیت کا ہے کہ تم اس کا کپڑا اچُرانے سے بھی ڈر گئے۔ جب اُسے کسی قصور میں پکڑا گیا تو اُس نے کہا میں قصور وار ہوں۔ میں سزا لوں گا۔ اِس روح کے پیدا ہو جانے کے نتیجہ میں قوم ترقی کرتی ہے۔ کیونکہ ہر ایک شخص یہ خیال کرے گا کہ اگر اُس نے کوئی غلطی کی تو ساری قوم کہے گی تم مجرم ہو تم قصور وار ہو۔ اس کا باپ، اس کا بیٹا، اس کا بھائی، غرض اس کے سب رشتہ دار بھی اسے قصور وار سمجھیں گے۔

ایک ناول نویس نے فرانس کا ایک قصہ بیان کیا ہے۔ اس کے متعلق عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ وہ تاریخی واقعات کو اپناتا ہے۔ فرانس کے بوربن 6 خاندان کو جب ملک سے نکالا گیا تو وہ انگلستان چلا گیا۔ اور لندن جا کر بادشاہ نے کوشش کی کہ کسی طرح ملک میں بغاوت پھیلائی جائے۔ اُس وقت فرانس میں جمہوریت نہیں تھی طوائف الملوکی پائی جاتی تھی۔ غالبًا اُس وقت تک نپولین برسرِ اقتدار نہیں آیا تھا یا اُس کے قریب زمانہ کا یہ واقعہ ہے۔ بادشاہ نے لندن سے ایک جہاز میں بعض آدمی فرانس بھیجے کہ وہ فرانس میں جا کر بغاوت پھیلائیں۔ جہاز کے نچلے حصے میں ہتھیار بھی رکھے ہوئے تھے۔ توپیں زنجیر کے ساتھ بندھی ہوئی تھیں۔ ایک شخص صفائی کے لئے وہاں گیا تو اُس سے ایک زنجیر کُھل گئی اور توپ جہاز کے اندر لڑھکنے لگی اور خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں جہاز ٹوٹ نہ جائے۔ سارے لوگ جہاز کو بچانے کے لئے بھاگے۔ بادشاہ کا نمائندہ بھی وہاں تھا۔ یہ حالت دیکھ کر اُس شخص نے جس سے کُنڈا کھلا تھا چھلانگ لگا دی اور اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر کُنڈا لگانے میں کامیاب ہو گیا۔ اِس پر بادشاہ کے نمائندہ نے سب لوگوں کو اکٹھا کیا اور کہا اِس شخص نے بہت بڑی بہادری کا کام کیا ہے۔ اور ایک تمغہ جو فرانس میں سب سے زیادہ عزت والا سمجھا جاتا ہے لے کر کہا میں بادشاہ کی طرف سے یہ تمغہ بہادری کے صلہ میں اس کے سینہ پر لگاتا ہوں۔ اس کے بعد اس نے کمانڈر کو حکم دیا کہ اسے لے جاؤ اور گولی مار دو۔

اتفاقاً جہاں اُترنا تھا وہاں سمندر میں سخت طوفان آیا ہوا تھا اور خطرہ تھا کہ کہیں جہاز غرق نہ ہو جائے۔ اُس وقت جہاز کے کمانڈر نے کہا کہ اِس وقت مجھے ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو یقینی موت کو قبول کر لے۔ چنانچہ ایک ملاّح آگے آیا۔ اُس نے اُسے حکم دیا کہ اس شخص کو کشتی میں بیٹھا کر ساحلِ فرانس تک پہنچا دو۔ طوفان زوروں پر تھا لیکن وہ ملاّح کامیابی کے ساتھ ساحلِ فرانس پر پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر ملاّح نے اپنا پستول نکال لیا اور کہا میں نے اپنی جان کو صرف اس لئے خطرہ میں ڈالا تھا کہ تم سے اپنے بھائی کا بدلہ لُوں۔ اس نے کہا تم نے حقیقت پر غور نہیں کیا۔ تمہارے بھائی نے ایک نیک کام کیا تھا اور ایک بُرا کام کیا تھا۔ میں نے اُس کے اچھے کام کا اچھا بدلہ دیا اور فرانس کا سب سے بڑا تمغہ اُسے لگایا اور اسکے بُرے کام کے بدلہ میں اُسے گولی سے مار دینے کا حکم دیا۔ تم جانتے ہو کہ میں بادشاہ کے مفاد کی خاطر یہاں آیا ہوں اور اپنے مقصد میں

کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ میں ہر طرح کی احتیاط سے کام لوں اور اس کے رستہ میں حائل ہونے والی کسی روک کی پرواہ نہ کروں۔ اُس نے ایک بُرا کام کیا تھا اور میری بادشاہ سے وفاداری کا تقاضا یہی تھا کہ میں اُسے ہلاک کر دوں۔ اِس پر اُس ملّاح نے ہتھیار پھینک دیا اور کہا میں سمجھ گیا ہوں میرا بھائی قصوروار تھا اور اپنے اُس جرم کے بدلہ میں موت کی سزا کا مستحق تھا۔

تم ان لوگوں کی تاریخ میں ، ادب میں، ناولوں میں، کہانیوں میں ،قصّوں میں اور علم واخلاق کی کتابوں میں دیکھ لو۔ یہی مضمون ملے گا کہ جب بھی کوئی شخص غلطی کرتا ہے وہ اپنی غلطی کی سزا لیتا ہے۔ چاہے اس سے پہلے اُس نے کتنی ہی قربانیاں کی ہوں وہ ختم ہو جاتی ہیں اور سزا میں ان کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ جب تک تم اس طریق پر عمل نہیں کرو گے تم ترقی نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی شخص جنگ میں پیٹھ دکھاتا ہے اور لڑائی سے بھاگ جاتا ہے تو چاہے اُس نے دس سال تک قربانی کی ہو کوئی احمق ہی ہوگا جو اُس کے اِس جُرم کے بعد ان قربانیوں کا خیال رکھے۔ وہ شخص بہرحال مجرم ہے اُس کی پچھلی سروس کے بدلہ میں اُس کے پچھلے انعام ہیں۔ اور موجودہ غلطی پر موجودہ سزا ہے۔ تم یہ بات اپنے ذہن میں اچھی طرح داخل کر لو۔ ورنہ تمہاری ساری قربانیاں ہیچ ہوں گی اور تم تمام لوگوں کے غلام ہو جاؤ گے۔ لیکن اگر تم اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو گے تو تمہیں صحیح توکّل نصیب ہوگا۔ اور جس شخص کو صحیح توکّل نصیب ہو جاتا ہے اُس کی کامیابی میں کوئی شبہ نہیں ہوتا۔"

(الفضل 10 فروری 1955ء)

1: الشعراء :81

2: **فٹن**: چار پہیوں کی گاڑی جو اوپر سے کھلی ہوئی ہوتی ہے۔ اس میں عموماً دو گھوڑے جوتے جاتے ہیں۔
(اُردو لغت تاریخی اُصول پر جلد 13 صفحہ 850 کراچی جنوری 2008ء)

3: **اِکّا**: دو پہیوں اور ایک گھوڑے کی گاڑی جو تانگے سے کسی قدر اونچی اور کم چوڑی ہوتی ہے۔ یکّہ
(اُردو لغت تاریخی اُصول پر جلد اول صفحہ 643 کراچی مارچ 2006ء)

4: اِذَاخَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ (الزمر:50)

5: اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ (البقرة : 230)

6: **بوربن**: (Bourbon) 1589ء سے لے کر فرانسیسی انقلاب 1792ء تک فرانس کا شاہی خاندان جنہوں نے فرانس کے علاوہ بھی انیسویں صدی تک یورپ کے مختلف ممالک میں حکمرانی کی۔(وکی پیڈیا آزاد دائرہ معارف House of Bourbon)